٢٦



REGISTERED NO 783
۱۹۳۱ء
1931
LUCKNOW
OUDH PUNCH
M. B. Khan Artist Lucknow

چندرسی نظم کتابیں

اس کتاب میں [illegible] قابل [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

سلسلہ نظم [illegible] قیمت [illegible]

[illegible]

المشتہر

ناظم انصاری ایبیا بابا نگتا ریو بمبئی نمبر ۲

[illegible] ادب کی بہترین پیداوار [illegible]

ہے

[illegible]

[illegible] قیمت [illegible]

دور و کیسری

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بال [illegible]

[illegible]

[illegible]

قیمت [illegible]

[illegible] کمپنی [illegible]

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید [illegible] حسین صاحب ظریف لکھنوی کا منظوم سفرنامہ عراق عجب دلچسپ [illegible] اور شاعری کی [illegible] قیمت فی جلد [illegible] ٹکٹ بھیجیے وی پی اور منی آرڈر [illegible] ہے۔

المشتہر

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مجلدات اودھ پنچ بابت ۱۹۳۰ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات ذخائر علم و ادب ظرافت و سیاست سے مالا مال ہیں۔ ہر کتب خانے میں ضرور رہنا چاہئیں۔ علاوہ اسکے دیگر سنین [illegible] کے بھی مکمل فائل برائے فروخت موجود ہیں فرمائش بھیجیے۔

اودھ پنچ ہر دل عزیز پرچہ ہے۔ اسی شمارہ سے [illegible]

مینیجر

توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں [illegible]

(۲) قیمت کی زیادتی [illegible]

(قواعد و ضوابط)

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سوراجیہ آپ کے لیے بیکار ہے

[illegible]

قیمت [illegible]

[illegible]

وید شاستری [illegible]

جلد ۱۹ نمبر ۱۳

مضامین

(۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء)

منطق کا تماشہ یعنی ایک مکالمہ بنام ویسرائے ہند

(دنیا لاکل)

* بد نصیبی ایک سمال کمال کرتی ہے۔ جہاں تک وہاں جانا اگر وقت ضائع ہو اور کشید گی بڑی تو کیا تم ۹ کم نہیں۔ یہ تو ہمیشہ کی باتیں ہیں۔ گاندھی جی اپنی جگہ سمجھتے تھے اکڑے ہوئے بیٹھا رہا گویا ان کا کوئی منصب ایسا نہیں جسے گاندھی جی نے چھوڑ دیا ہو۔

(۱) میں جانے پر اور معاملات سلجھانے پر آمادہ ہوں۔ لندن جاؤں گا۔ مگر یہ ہو۔ وہ ہو نہیں ہو چناں ہو۔

(۲) آپ اسی معیار بناتے ہیں تو بس مجھے بھی آپ کی بات کا اعتبار ہے میں چلنے پر تیار ہوں۔

(۳) دیکھیے جناب۔ وہ ابھی قرارداد کی سیاہی نہیں چھپی ہوا۔ میں کر کھول دینے پر مجبور ہوں۔

(۴) میرا گول میز کانفرنس میں شریک ہونا روز بروز ناممکن ہوتا جاتا ہے مگر تم کہے تو مجھے کچھ عذر نہیں۔

(۵) کیوں جانیو میں جاؤں؟

(۶) جانے کا حاصل ہی کیا۔ جب حکومت اپنی ضد پر قائم ہے۔

(۷) مجھے اس بات سے قلق ہوتا ہے کہ میں گول میز کانفرنس میں شریک نہ ہو سکا؟

(۸) اب تو ہرگز نہ جاؤں گا۔

(۹) جانے میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۰) اگر میں گیا تو یقین سمجھو کہ ہندوستانی گویا کا حق نیابت پورے طور ادا کروں گا مگر میں کیسے جانے لگا تھا۔ ارے کہیں جانے کا وقت آ جائے۔

(۱۱) میں یا تو ورنہ بالکل جا سکتا ہوں۔

(۱۲) اچھا اب یقین رکھو کہ میں نہ جاؤں گا۔

(۱۳) تحقیقات کا وعدہ کیجیے تو پھر میں جانے کا مشورہ دوستوں سے لوں۔

(۱۴) اچھا آزادانہ طریق پر کسی کیطرفہ تحقیق کا وعدہ کر لیجیے۔ کسی طرح تو میرا لندن جانا ممکن ہو جائے۔

(۱۵) جانیو دل ڈرکتا ہے۔ اب جانے کا نام نہ لو میرے سامنے۔

(۱۶) میری ایک بات کان میں سن لو تو پھر میں جاؤں۔

(۱۷) اے لو میں جاتا ہوں۔

(۱۸) یہ جا۔ وہ جا۔ وہ میں چل دیا۔

دیکھا تم نے جس شخص کا یہ عالم ہو اس سے کوئی کام بننا ہرگز ممکن نہیں۔ لندن کے نزدیک آزاد ہر ایک طرف۔ ہندوستان کے لسان غلامانِ حکومت دوسری طرف سست ارادے کے ملتے کی دے بیقال بیکار رتمان کے تڑپتے چال کے دیجیے ہندوستانی ساتھی آگے اور ہندوستان کی بدقسمتی دیکھیے۔ بھلا بتاؤ تو ایسی حالت میں گاندھی جی اپنا پروگرام انہیوں کے مطابق کیسے مرتب کر سکتے ہیں۔

شملہ میں کا فوارا بھی سے تبہ ہو گیا۔ ایک کہتا ہے کہ سرحدی معاملہ کو اسیطرح ڈھیل میں پڑا ہے گاندھی جی کو یا اس بالکل بھول گئے سرحد کا تصفیہ اس قابل نہ تھا کہ شرائط مصالحت کی فہرست میں بھی پر نہ لکھا جاتا۔ دوسرا کہتا ہے اب جو سمجھوتا ہوا وہ لکنڈن میں جا رہا بھی ایک نتیجہ غیر مشروط ہے۔ اسے سمجھوتا کہنا ہی بیہودگی ہے حکومت اپنی آزادی کا نئی سے باز نہ آئے گی۔ البتہ کانگریس بات کی دھنی ہے ہمہ کا گاندھی جی کے منہ سے نکل گیا ہوا اسکی پابندی کرے گی اور نقصان میں رہے گی۔ دونوں کے بیچ سے ویسٹ اور لوں اور سر پڑ جائے گی بیچنگی کا ڈی ڈگی اور دکی پھر چلنے کا نام نہ لے گی۔ ہونا وہی ہے جو تا چنگ چلا۔ کمیسیل کہتا ہے کہ ریاستوں کے معاملات قابل طرح ہرگز نہیں ہیں۔ وہ اور جوہر دے پڑے ہیں۔ ہندوستانی ریاستیں ایک عظیم الشان عمل آبادی بگڑی بیٹھی ہیں۔ رعایا کے کانوں میں ہوا بھر گئی ہے اور رئیسوں کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ اس عمل آبادی کا نتیجہ یہ ہونے والا ہے کہ ریاستیں بھی آگے چل کے اسی نظام عدل و حکومت کا جو بانا ناز نے پر مجبور ہوگی جو برٹش انڈیا میں بیلے تو مبارک سلامتی کے ساتھ قبول کیا گیا۔ اب اسی کی شکایت کرنے کے واسطے ہی کانگریس جان لے جنم لیا۔ یہ طریق انتظام بھی کے لاو کی طرح شرکانے بن پڑتا ہے نہ اگلتے بنتا ہے۔ اسکا حاصل ہے برٹش انڈیا کی آبادی ہی اس طرز حکومت سے کس قدر کو بہت تھی جو ریاستوں کی رعایا پہونچے گی۔ اس کے علاوہ انقلابی عقلوں نے .... انقلاب کی بنیاد مذہبی جہلا پر رکھی ہے۔ اور جب مذہب کا نام آ جاتا ہے تو تم سمجھو کے اندھے عقل کے باجی ورفتی ہیں عقل فساد کو کٹ۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۱۵ سنہ ۱۹۳۱ء

اجلاس رائے بابو گنگا شنکر صاحب بہادر ڈسٹرکٹ ایڈیشنل جج خفیفہ لکھنؤ

(ماحصل سمن)
مساۃ سکھیا بیوہ ... { اتیام گھوسی ساکنان محلہ پیر جلیل شہر لکھنؤ } مدعی

بنام

شیخ ابوالحسن صاحب وغیرہ ... مدعا علیہم

(۱) مرزا اقبال علی بیگ ساکن ... [illegible]

سرور جنگ

(۲) مرزا ذوالفقار علی بیگ ... [illegible]

(۳) مرزا حبیب بیگ ساکن ... [illegible]

ہرگاہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... [illegible]

[illegible]

دستخط حاکم بحکم عدالت [illegible]

مہر عدالت

[illegible]

کے بحری ہے۔ آپ ہاتھ سے باہر ہو جاتے ہیں بشمال
کے علاوہ پر کشمیر کا معاملہ سامنے موجود ہے حکومت
کشمیر کے مقابلے میں اپنی کثرت کی بنا پر مسلمان
حقوق کے طالب ہوئے۔ لڑائی حکومت سے
ٹھنی اور بیچ میں کود پڑا مذہب۔ ایک آدھ گے
سوا کون سا جتھ دار یا مسلمان، اخبار نویس ایسا ہے
جس نے انصاف کی بات لکھی ہو۔ مزا تو یہ ہے
کہ اخبار نویس صاحب بنے ہیں ...

کچھ اور کہہ ڈالوں۔ ارے ابن آلی پر جو رکھ
وہ احمق کس کی رہی ہے کس کی رہ جائے گی
خلیفہ ہارون الرشید نے جب اپنے بھائی امین کو
کر مار ڈالا تو وہ ایک روز گھوڑے پر سوار ہو کے
سیر کو نکلا۔ بہتر ترک پر جھاڑو دیتے رہے تھے۔
ایک نے دوسرے سے کہا۔
"اس شخص نے امین کو قتل کیا اور میرے دل
سے اتر گیا۔"

اب تو دنیا کا حافظہ بہت قوی ہو گیا ہے۔ یقینی
بھولی ہوئی باتیں نقش ... ہیں
ہندوستان کا حافظہ ہے ... کے ظلم
نقش۔ رعایا کی شدید ... حافظہ
میں محفوظ۔ پانی پر نقش نہیں قائم رہتا۔ بہت
کی تحریر آتا جاتا مٹ جاتی ہے۔ کیوں؟ پانی
کی روانی اس نقش کو کنارے پھینک دیتی ہے
دائرہ ایک ہی رہتا ساحل کے گلے تک۔

آگے روانہ ہو جاتا ہے ہم
نہیں ... کو ... کی عادت ہے۔ فوراً ...
خالی جگہ کو وقتی اثر سے گیا
کام۔ بہتر کا حل ... کی طرف صاف ہو گیا
ایک ہی ... تو ہوا تھا۔
دریا کی دھار پھر اپنی روش پر
آ رہی۔
اب کے رئیس بہتروں کے
دل میں وقار قائم کرنے کی
پروا نہیں کرتے۔ برٹش گورنمنٹ
بھی بیچ بچاؤ ... اور
وقار کی خیال ہوا نہیں
کرتی۔ ایک تو اس وجہ سے
کہ جو آگ کھانے گا انگارے
ہگے گا۔ دوسرے ان کے
زوال سے کوئی صدمہ ...
حکومت کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ

ہے ایسے ... لازم ... ایسی
صورتیں ... وطنی چیزوں
کام ہوتی ہیں۔ مگر نہیں
ملک ... کی قدر کرتا ہے۔
... دیسی ریاستوں کو
... جائے گا۔ ... کے
وقت ... ہی ...
... برٹش انڈیا
میں کی جاتی ہے۔ مگر وہی
کارروائی برٹش انڈیا میں
انہیں ... کے نزدیک
قابل ... سمجھی گئی اور
ریاستوں میں ...
انصاف اور عدالت کی ...
بن گئی۔ اتنی ضروری بات ...
گاندھی جی نے غور نہیں فرمایا۔
چلے لندن کی سیر کرنے
اور سوراج کے خواب دیکھنے



ہوا کمشنر وشیو چل رہی ہے انڈے پڑانے ہیں۔ خوف ہے کہ گندے نہ ہو گئے ہوں۔

کہ کار زمیں را نکو ساختی
کہ بر آسماں نیز پرداختی
ہندوستانی ریاستیں اس وقت ایک ثلث سے زیادہ
رقبہ ہندوستان کا گھیرے ہوئے ہیں۔ کانگریس
کے مطالبات تا کل ہندوستان کی معاملات اور ...
ریاستی قطعاً ناقص۔ آخر یہ سوراج کا خواب
کس چیز پہ کیا جا رہا ہے۔
اب جو ریاستوں کا ذکر آ گیا تو جی چاہتا ہے

یہ تھے ہارون الرشید کے محسن ... کہ ... صاحب
ہمراہ تھا اس سے فرمایا۔
"یہ کون ہے جو اس جلیل القدر سلطان ... کے دل میں میری عزت قائم کرے۔"
مصاحب نے جواب دیا۔
"دنیا سریع النسیان رہنے والی ہے۔"
مصاحب نے بہتر کی بات بھی رکھ لی اور خلیفہ
کو بھی آزردہ نہ ہونے دیا۔ مگر وہ مناسب نہیں ہے

رئیس کی نالائقی کی بدولت در جانشینی ...
کو صدمے مل جاتے ہیں۔
برٹش رقبے میں انکے خلاف جل ہوں جیسے
کی بندش جیسی قانون کے ذریعے کی گئی ہے
وہ ادھر ریاستوں میں انکی جب ہوئی کہ برٹش
حکومت ان رئیسوں کے معقول جوابوں کی
اشاعت بھی اپنے ذمے لیتی۔ مثلاً کسی ...
اخبار ... کسی ریاست پر ...

جرمنی سے اور وہیں بے گناہ ہے ایسی حالت میں اگر برٹش گورنمنٹ خود اپنی طرف سے اُن کی بے گناہی کا اعلان کر دیا کرے تو دوستی کے خون کا جوش بہت کچھ یک طرفہ شدہ ہے۔

جو ریاستیں کانسٹی ٹیوشنٹ فوج رکھتی ہیں آڑے وقت پر آدمیوں سے نقد سے جنس سے مدد کرتی ہیں ہر گونہ مال کو ... جانیں تک لٹانا چاہتی ہیں لیکن انھیں ان خدمات کا عوض بہت ملا تو تین چار حرف خطاب کے۔ ایک آدھ توپ کی سلامی کا اضافہ، اسٹار آف انڈیا۔ دوستی کی قسمیں بہت سی ہیں نانی دوستی کھانے پینے کے وقت ہو جاتی ہے۔ زبانی دوستی منھ دیکھے (ملاقات ہوئے) بھر کی رہتی ہے۔ جانی دوستی بڑے وقت کام آتی ہے۔

ریاستوں پر یہ وقت بہت سخت گزر رہا ہے برطانوی ہند سے جتنے مورچے اُن کے خلاف بنائے جاتے ہیں، اتنے خود اُن کے ذاتی آپ حکومت میں نہیں ہوتے۔ مجھے رہ رہ کا ہے کہ شاید اکثر ریاستوں کا دل ٹوٹ جائے گا یہیں معمول کے دل سے سبق لے رہا ہے۔ مگر وفا کی وجہ سے زبان تالو میں چپک کے رہ گئی ہے۔

آج تک یہ ہوتی آئی کہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف اگر ریاستی رعایا نے زبان کھولی یا کوئی سازش کی تو ریاستوں نے فوراً اُسکی بنیاد ہلا دی۔ اب شاید زبانی اور نانی دوستی پر یہ ریاستیں بھی قناعت کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نہ حکومت ہند خود ریاستوں کے مقابلے میں دل کا آئینہ صفائی کے ساتھ رکھ سکی نہ برٹش رعایا اُنکی دوست ہے ورنہ یہ صورت گول میز کانفرنس کے اجلاس میں یہ مسئلہ بھی چار گھنٹی کھا کے رہ جائے گا اور گاندھی جی اس اُلجھی ہوئی ڈور کی گتھی سلجھائے بغیر لندن پہونچ گئے ہیں۔

حالات کے دیکھتے یہ کہنا کہ بڑے میاں (گاندھی) اپنے ہاتھ کی اپنی تیج کے لندن تشریف لائیں گے یعنی سے وہ بھی بھلا مہرباں ہو کر ہم کو یاد ...

بکھ لینا بعید از قیاس نہیں۔

ایک زاہد مرتاض لبنان کی پہاڑی پر رہتا تھا کہیں سے ایک روٹی روزانہ مل جاتی تھی آدھی سے روزہ افطار کرتا آدھی سحر کے لیے رکھ چھوڑتا۔ اس حال پر ایک مدت گزر گئی۔ اتفاق کی بات کسی نہ روٹی نہ ملی دن جوں توں گزر جاتے آئی مگر دوسرے روزہ رکھنا محال ہو گیا آخر اپنی جگہ سے اٹھ کے آبادی میں آیا۔ پہاڑی کے دامن میں عیسائی آباد تھے ان سے روٹی مانگی کسی راہب نے دو روٹیاں خیرات کیں جوں ہی زاہد صاحب روٹیاں لے کے چلے صاحب کے کتے نے پیچھا کیا۔ جاگتے تھا بھی ان کے ساتھ چلا آخر انھوں نے ایک روٹی کتے کے حوالے کی کتے نے روٹی ہڑپ کر کے روٹی نگل لی اور پھر بھونکنا شروع کیا زاہد صاحب کو دوسری سے بھی ہاتھ دھونا پڑا دوسری روٹی چھین کر کے

کے بعد بھی کتے کا تقاضا کم نہ ہوا آستین پکڑ لی ہاتھ میں خراش آئی تو زاہد نے جھلا کر کہا۔ "کمبخت میں نے تجھ سے زیادہ بے حیا کتا اور کوئی نہیں دیکھا۔ تیرے مالک نے جو کچھ مجھے دیا تھا میں نے تجھے واپس کر دیا اب میرے کپڑے کیوں پھاڑے ڈالتا ہے۔"

خدا کی شان خدا نے کتے کو زبان دی اور اُس نے جواب دیا۔

"بے حیا تو ہے کہ ہمیشہ خدا نے تجھے بے محنت رزق دیا۔ دو روز کے لیے جو رزق کا دروازہ بند ہوا تو آپ سے باہر ہو گیا اور ایک بے دین کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ میں تمے کی گھر کی پاسبانی کرتا ہوں میرا مالک اگر مہربان ہوتا ہے تو سوکھی روٹی کا ٹکڑا مجھے دیتا ہے اور بھول جاتا ہے تو کئی کئی فاقے بھی گزر جاتا ہے میں اس کا بھی شکر کرتا

اجلاس مسٹر سید خلیل الزماں صاحب بہادر جج خفیفہ منصفی محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڈھ

مقدمہ قابل فروخت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۰ سنہ ۱۹۳۱ء

بعدالت خفیفہ منصفی محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڈھ

ولی اللہ .... مدعی

بنام

عنایت اللہ پسر علی شیر خاں ساکن ... ضلع اعظم گڈھ .... مدعا علیہ

[illegible]

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ ۲۰ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء کو جاری کیا گیا۔

نام عدالت خفیفہ منصفی محمد آباد گوہنہ

نمبر مقدمہ ۱۰ سنہ ۱۹۳۱ء

نام فریقین ولی اللہ بنام عنایت اللہ

مہر عدالت — دستخط حاکم [illegible]

اجلاس جناب مولوی احمد رضا صاحب منصف بجنور

مقدمہ قابل فروخت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ... سنہ ۱۹۳۱ء

بعدالت منصفی بجنور ضلع مراد آباد

[illegible] .... مدعی

بنام

[illegible] .... مدعا علیہ

[illegible]

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ ... ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء کو جاری کیا گیا۔

نام عدالت منصفی بجنور

نمبر مقدمہ ... سنہ ۱۹۳۱ء

نام فریقین [illegible]

مہر عدالت — دستخط حاکم [illegible]

"اپنی خدمت انجام دینے کو تیار رہتا ہوں"۔

اس جواب سے میاں ڈاہو کے چہرے پر نقشے اڑنے لگے۔

گاندھی جی بطلب نان ہندوستان سے لندن روانہ ہوئے ہیں۔ سنا ہے کہ لندن میں ایسے فیاض بھی ہیں جو دو روٹیاں خیرات کرنے میں تامل نہ کرینگے۔ لیکن چرچل کے سے کتے بھی لندن میں ہیں اگر انھوں نے پیچھا کیا خیرات کی روٹیاں بھونک بھونک کے چھین لیں تو غریب گاندھی پر کیا گزرے گی۔

میں دعا کرتی ہوں کہ:۔

"گاندھی غریب کو روٹیاں ملیں اور کتوں کے مقابلے کی نوبت نہ آئے"۔

"تم آمین" کہو

یہ دعا قبول ہوئی تو گاندھی کی بات ہمیشہ کے لیے جاتی رہے گی۔

"[illegible]"

اسوقت ہندوستان کی پولیٹکل پارٹی نوجوان عاقبت نااندیش مطلق العنان لڑکوں کے ہاتھ میں چلی جائے گی خیر یہ تو گاندھی جی کا بڑھاپا ہے اور اُن کی ساتھی بوا سروجنی نائیڈو اور اُن کے کانگریس دوست مولانا و پنڈت مالوی کی ہونگے کہ ہم سب کچھ لے کے آئیں گے۔ میں اسے نہیں مانتی مگر اتنی خواہش رکھتی ہوں کہ دو روٹیاں مل جائیں اور کتوں سے بچ کے ہندوستان کے لیڈران کے اس غار میں پہونچ جائیں جہاں گاندھی کے بچے ڈہو کے زور میں بکری کا دودھ اور چنے کھایا کرتے ہیں۔ یہ روٹیاں اصحاب کہف کی روٹیوں کی طرح سڑنے گلنے سے بچی رہیں۔

ابھی مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ خیر پھر کہونگی۔

راقمہ ـــــ تمھاری دوست مشفق آپا بیگم

مراسلہ

از مرکز انتظار حسین ... ریاست عالیہ حیدرآباد دکن

بخدمت ایڈیٹر صاحب اردو پنچ لکھنؤ

جناب من مندرجہ ذیل سطور آپکے موقر پرچہ میں بغرض اشاعت روانہ کی جاتی ہیں۔

خلاف واقعہ اطلاعات کی بنا پر نظام گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی کے متعلق بعض غلط فہمیاں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔

معترضین کا سب سے بڑا اعتراض اس غلط فہمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو زبان اُردو کی اہمیت کے متعلق اُن میں ہے۔ ریاست کی مجموعی آبادی کے بڑے حصہ میں اُردو زبان نہ بولی جاتی ہو مگر اسکی اہمیت دیگر رائج الوقت زبانوں میں سب سے زیادہ ہے بوجہ اسکی وسیع ہمہ گیری کے جو ملک کے اندر روز افزوں ترقی اور دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر جذب کرنے کی حیرت انگیز قابلیت اور مختلف مقامات نیز بیرون ہند سے اس کی روز افزوں نفعت کی بنا پر یہی وہ زبان ہے جو تمام حصص ہند میں مختلف صورتوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا امتیاز ہے جو کسی دوسری زبان کو خواہ وہ ریاست حیدرآباد کی ہو یا برطانوی ہند کے کسی صوبہ کی بھی حاصل نہیں ہے اس طرح زبان اُردو نے علاوہ تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہونے کی حیثیت حاصل کر لی ہے اور چونکہ ریاست کی سرکاری زبان ہے اسلیے ظاہر ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم ہونے کے سب سے زیادہ قابل ہے۔

اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ مقاصد یونیورسٹی کے مناسب حال اُردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لیے ابتدائی و ثانوی تعلیم میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں یہ بیان صداقت سے کوسوں دور ہے۔ درحقیقت اس قسم کی کوئی تبدیلی عمل میں نہیں آئی۔ ریاست کے تمام ابتدائی مدارس میں بچوں کی مادری زبان اسوقت بھی ذریعہ تعلیم ہے اور اس سے قبل بھی تھی۔ بہت سے ثانوی مدارس میں عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام سے بھی پیشتر اُردو زبان تاریخ و جغرافیہ جیسے مضامین میں ذریعہ تعلیم تھی۔ چند ثانوی مدارس میں زبان انگریزی تاریخ و جغرافیہ جیسے مضامین کے لیے پہلے بھی ذریعہ تعلیم تھی اور اب بھی ہے۔

[illegible]

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۵ ۔ ۱۹۳۱ء

عدالت منصفی شہر بریلی ضلع بریلی

پنڈت گردھاری لال ولد ... ساکن بریلی محلہ ... مدعی

بنام

مسماۃ ... [illegible] ... مدعا علیہ

[illegible] ... آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر روز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ... [illegible]

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۹۵ ۱۹۳۱ء

عدالت بابو گنگا شنکر صاحب سب جج ایڈیشنل جج ضلع لکھنؤ

لالہ ... پرشاد ولد لالہ رام ... رستوگی ساکن محلہ اشرف آباد تھانہ چوک شہر لکھنؤ .... مدعی

بنام

مسماۃ ... وغیرہ .... مدعا علیہ

[illegible]

آج بتاریخ ۲۶ ماہ اگست ۱۹۳۱ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت



بیسویں صدی کا سینکیا پہلوان

"ارے اچھا اچھا بھائی صاحب اب آپ زیادہ زحمت نہ فرمایئے۔ ویسے ایسے ہزار ہا ستون اس عمارت میں ہیں کہاں تک توڑیے گا چلیے کشتی تیار ہے لندن کی سیر کیجیے"

نمونہ نمبر [illegible]

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

(ز دار بلہ ۵ - قاعدہ ۱ و ۵ آرڈر)

نمبر مقدمہ [illegible]

بعدالت [illegible] صاحب بہادر [illegible] خان بہادر [illegible] صاحب [illegible] سکنہ [illegible]
.... مدعی

بنام

عباد اللہ خان وغیرہ .... مدعا علیہم

بنام جناب [illegible] خان [illegible] سکنہ [illegible] ضلع [illegible]

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش [illegible] ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ [illegible] ۱۹۳۰ء بوقت [illegible] بجے دن کے بذات خاص یا بمعرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور کل امور اہم متعلق مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوی مدعی [illegible] کریں اور [illegible] کو [illegible] تاریخ جو [illegible] جلسہ [illegible] پیش کریں جن پر آپ بطور ثبوت [illegible] آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع ہو کر فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ اگست ۱۹۳۰ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

اطلاع نامہ بنام رسپانڈنٹ مشعر اطلاع تاریخ مقررہ سماعت اپیل

(اپیل اول دیوانی)

بعدالت جناب سید [illegible] حسن صاحب بہادر سب جج [illegible]

مقدمہ اپیل نمبر [illegible] ۱۹۳۰ء

مسماۃ [illegible] قوم [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع [illegible] اپیلانٹ

بنام

مسماۃ [illegible] وغیرہ .... رسپانڈنٹ

اپیل [illegible] صاحب [illegible] مورخہ [illegible]

بنام (۱) مسماۃ [illegible] ساکن [illegible] (۲) [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع [illegible]

مطلع ہو کہ اپیل بالائی ڈگری منصف [illegible] مقام [illegible] اس مقدمہ مندرجہ بالا پیش کیا گیا ہے اور اس عدالت میں رجسٹر ہوا ہے اور اس عدالت نے تاریخ [illegible] ۱۹۳۰ء سماعت اس اپیل کے مقرر کی ہے اور اگر تم بروز مذکور یا بذات خود یا بذریعہ وکیل کے جو قانوناً تمہاری طرف سے اپیل میں جواب و سوال کرنے کا مجاز ہو حاضر نہ آؤ گے تو سماعت اور تجویز بغیر تمہاری حاضری کے کی جائیگی۔

آج بتاریخ ۲۴ ماہ اگست ۱۹۳۰ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

وقت حاضری بدفتر سب جج مقام [illegible] بجے تک

ایک بالکل نئی چیز [illegible]

[illegible] عطر [illegible]

[illegible] ۱۲ [illegible]



نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

مقدمہ الف دیوانی نمبر [illegible] ۱۹۳۰ء

بعدالت [illegible] صاحب بہادر [illegible] مقام سیتاپور

[illegible] ساکن [illegible] مدعی

بنام [illegible] وغیرہ مدعا علیہم

بنام (۱) [illegible] قوم [illegible] ساکن [illegible] تحصیل [illegible] ضلع سیتاپور

(۲) مسماۃ [illegible] قوم [illegible] ساکن [illegible] تحصیل [illegible] ضلع سیتاپور

ہرگاہ مدعی [illegible] درخواست حسب آرڈر ۲۲ قاعدہ ۵ [illegible] جو کچھ عذر ہو پیش کرو [illegible]

مدعا علیہم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم بذاتہا یا بمعرفت کسی وکیل کے جو [illegible] مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت [illegible] بجے بتاریخ ۱۸ [illegible] ۱۹۳۰ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکورہ تمہاری غیر حاضری میں سماعت کیجائیگی

بتاریخ ۱۳ ماہ اگست ۱۹۳۰ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

وقت حاضری بدفتر جناب [illegible] صاحب بہادر [illegible] سے چار بجے تک

مہر عدالت	دستخط حاکم

یہ بیان کہ تعلیم یافتہ افراد کی تعداد گذشتہ دس سال میں تقلیل ہو گئی ہے، یہ غلط فہمی شمار کنندگان مردم شماری کی تعداد تعلیم یافتہ افراد کے متعلق اس غلطی کی وجہ سے ہوئی ہے کہ رپورٹ مردم شماری میں انکی تعداد ۱۹۲۱ء میں فی ہزار ۳۳ بمقابلہ ۱۹۱۱ء فی ہزار ۴۴ درج ہو گئی ہے جیسا کہ خود رپورٹ مذکور میں تسلیم کر لیا گیا ہے (جدول ملحقہ رپورٹ مردم شماری ... صفحہ ...) یہ صحیح اعداد شمار سے بالکل خلاف پایا جاتا ہے۔ مزید براں تعداد طلبا ۲ فیصدی ۱۹۲۱ء میں ۶۱۴ سے ترقی کر کے ۱۹۳۱ء میں ۳۰۳ ... تک پہنچ گئی ہے اس لیے موضع وار تعداد مدارس کے متعلق جو اعتراض ہیں صداقت پر مبنی ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابتدائی مدارس کی تعداد ۱۹۱۱ء میں ۹۳۶ تھی اور ۱۹۳۱ء میں ترقی کر کے ۴۰۲۸ تک پہنچ گئی ہے۔

پرائیویٹ مدارس کے قیام کے متعلق جو قواعد ہیں ان کے متعلق بھی بہت کچھ اظہار خیال کیا گیا ہے۔ قواعد مذکور گورنمنٹ کے مقصد کو صاف طور پر واضح کرتے ہیں جو محض یہ ہے کہ ان مدارس کو مستند اصول تعلیم اور حفظان صحت کے مطابق زمانہ موجودہ کے مسلمہ طریقہ تعلیم پر چلایا جائے جو کہ ایک معقول طریقہ ہے۔ ان قواعد میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کسی صورت میں بھی پرائیویٹ مدارس کی ترقی پر اثر انداز ہو سکے۔ مزید براں اس بیان میں صداقت کا شائبہ بھی نہیں ہے کہ ان قواعد کے ذریعہ سے پرائیویٹ مدارس کی حوصلہ شکنی اس غرض سے کی جاتی ہے کہ سرکاری مدارس کے طلبا کی تعداد میں اضافہ ہو جن میں زبان اردو ملکی زبانوں کے مفاد کے خلاف رائج کی گئی تھی۔

اوّل تو یہ بات ہے کہ تقریباً تمام پرائیویٹ مدارس ابتدائی مدارس تھے اور سرکاری ابتدائی مدارس میں ہمیشہ ضلع کی زبان ذریعہ تعلیم رہی ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ پرائیویٹ مدارس کی معروضہ تعداد صحیح نہیں ہے کیونکہ سررشتہ تعلیم کو محکمۂ پولیس سے ۵۳۰۴ تعداد مدارس تک بھیجی گئی ہے لیکن جب محکمہ نے تحقیقات کی تو صرف ۱۲۵۵ پرائیویٹ مدارس رجسٹرڈ ہونے کے لیے پیش ہوئے۔ ظاہر ہے کہ محکمہ پولیس نے ان مدارس کو بھی شمار کر لیا جن کی تعداد طلبا ۱۵ سے کم تھی حالانکہ قواعد کے رو سے ایسے مدارس سررشتہ مدارس کی طرف سے مصدقہ نہیں ہیں۔

اس سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ گورنمنٹ نے ریاست کے طول و عرض میں تعلیم کی روشنی پھیلانے میں ہر امکانی کوشش عمل میں لا رہی ہے۔ اس نے ابتدائی تعلیم کی طرف سے غفلت نہیں برتی ہے نہ اس نے معقول پرائیویٹ مدارس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کی۔ تعلیم یافتہ افراد کی تعداد برابر ترقی کر رہی ہے۔ ابتدائی تعلیم کی ترقی میں گورنمنٹ جس حد تک سرگرم ہے وسطانی تعلیم کی ترقی میں اس سے کم نہیں ہے لیکن موجودہ صورت حال میں گورنمنٹ ہنوز استحکام کی پالیسی پر کاربند ہے۔ جو ترقی و توسیع کی بعض منزل پر نہایت ضروری و لازمی ہوتی ہے اور چونکہ یہ منزل آ گئی ہے اسلیے گورنمنٹ سررشتہ تعلیم کے استحکامی کام میں مشغول ہے۔ جسکے بعد توسیع مزید کی اسکیم پر عمل کیا جائے گا۔

نوٹ: حضرت! بعض جرائد میں اس قسم کے اعتراضات ہماری نظر سے بھی گزرے جن کی لغویت اعتقروں پر بھی پوشیدہ نہیں مگر ان معترضوں پر ظاہر نہ ہوئی۔ سوتیت ریاست حیدرآباد دکن کی علم دوستی ضرب المثل ہے۔ اور اردو کا مسئلہ در حقیقت اس قسم کے اعتراضات کا بانی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اردو زبان کی قدرتی دلاویزی نے جب انگریزوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور انھوں نے اسے سرکاری زبان کے طور پر منتخب کیا تو بقول بعض نصیبین کے معترضین کی زبان کو لگ گئی ہے کوئی [illegible] نہیں۔ اب زبان [illegible] ہے تو کہتے ہیں کہ یہ بھی "ڈیوائیڈ اینڈ رول" کی ایک چال تھی۔ مگر یہ قول بالکل [illegible] ہے ہندوستان بھر میں کوئی جگہ ایسی نہیں دکھائی جا سکتی جہاں اردو جاننے والا یا سمجھنے والا موجود نہ ہو۔ دلچسپی کی حد ہو گئی کہ دور دراز ملکوں سے جو لوگ یہاں آتے ہیں چند روز میں وہ بھی اردو سیکھ لیتے ہیں کہ معاملات میں انھیں کوئی دشواری نہیں ہوتی یہ بات کسی اور زبان کو حاصل نہیں۔ اب انگریزی حکومت اردو کی حمایت نہیں کرتی۔ انھوں نے انگریزی کی ترویج پر ہندوستان کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ قربان کر دیا۔ ادھر دیکھ لیجئے یہ کہ مسلمہ ہے پھر بھی اردو کو چنداں ضرر نہیں پہنچا۔ ضرر پہنچانے کی لاکھوں تدبیریں کی گئیں مگر اردو ہی کی جاتی چونکہ موجود ہے خود ضرر پہنچانے والے کھینچے جاتے ہیں اور اردو بولتے جاتے ہیں۔

مہربان آپ کی خفت مٹانے سر آنکھوں پر حسد ہی یہ کہتا ہے کہ اردو کو حیدرآباد کی بدولت یہ ترقی کیوں نصیب ہوئی۔ حسد ہی یہ کہلواتا ہے کہ اردو نہایت مشکل زبان ہے اور اس میں ادائے مطلب کے لیے کافی الفاظ موجود نہیں۔ یعنی باوجود مشکل ہونے کے ناقص بھی ہے۔ حسد ہی کا ابھارا ہوا یہ مادہ ہے کہ انگریزی کتنی آسان ہے [illegible] ملک میں اجنبی ہے وہ تمام ہندوستان میں پائی جائے تو چشم ما روشن دل ما شاد مگر اردو کمبخت کا نام کوئی نہ لے۔

ہندوؤں کی کئی ریاستیں جو اپنا دفتر اردو میں رکھتی تھیں ان حاسدوں کی بدولت اردو سے دست بردار ہو گئیں۔ اب انکے دفتروں میں یا انگریزی سے کام لیا جاتا ہے اور بہت کم ہندی سے۔ ہندی کے اختیار اور اردو کے ترک سے انھیں صد ہا دشواریاں پیش آئیں مگر حسد نے دشواری اور زحمت کی پرواہ نہ کی۔

یہ کہتے ہیں کہ ملک میں ایک ہی زبان ہونی چاہیے ساتھ ہی دبی زبان سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ وہ اردو نہ ہو۔

ایک انگریز نے صرف چھوٹی سی ریاست بہار میں تین سو سے زیادہ زبانوں کی تفصیل لکھی ہے ہر قدم پر ایک نئی زبان کا رواج ہے اور ان میں سے کوئی حرفاً یا لفظاً ہندی نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ریاست دکن کے ہر ضلع میں ایک نئی زبان ہے جو دوسرے ضلع کے لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح نہیں آتی مگر ان میں سے کوئی لفظاً اور معناً ہندی نہیں۔ باایں ہمہ اردو کی گفتگو سب لوگ سمجھ لیتے ہیں زبان کے اس اختلاف کے باعث حکومت دکن نے اردو کی ملک گیری پر نظر کر کے اگر اسے ترقی دینے کی سعی فرمائی تو حسد کی جان پر ظلم عظیم ہو گیا۔

آجکل مسٹر راے لینی مہاراجہ کشمیر کی سلم۔ بنا یا ان سے بعض حقوق کی طالب ہے حاسد دل نے اس مطالبے کو مذہبی رنگ میں ڈبو دے کے پنڈتوں اور مسٹر راے کی حمایت کرنے لگے۔ انتقاماً! کچھ جو وبال حیدرآباد دکن کے واسطے بھی تلاش کیے۔ ان میں سے تعلیمی مسئلہ پر حسد نے حملہ کیا۔ آپ جانیے حسد تو انسان کی آنکھ کے حق میں نیل کی سلائی ہے۔ انھوں نے اعتراض کر بیٹھے حیدرآباد دکن کے ڈائرکٹر آف انفارمیشن بیورو نے بہت خوب کیا جو ان بیہودہ حملوں کا مدلل اور معقول جواب لکھ دیا۔

ہم نہایت مسرت کے ساتھ آئندہ بھی معقول اور بادلیل جوابوں کی اشاعت پر آمادہ ہیں۔ کیوں؟ اسلیے کہ اردو کی دشمنی کے دروازے میں قفل لگانا ہمارا ملی فرض ہے۔ ہندی سے ہم عداوت نہیں اس لیے ہم اسکے عیوب تعرض نہ کرینگے

خیمن اور اس کا جواب

پیرزادہ سید محمد حسین صاحب بی اے دھلیگ مالک یونائٹیڈ انڈیا پریس گولہ بار مسٹر لکھنؤ نے دسمبر لکھنؤ سے ولولی تعلیم کتابی

صورت میں نقل کر کے علیحدہ خوبصورت تقطیع عمدہ کاغذ صاف خط میں چھپوائی ہیں۔ ایک نظم جناب حکیم آشفتہ صاحب لکھنوی نے بعنوان "شیون" لکھی تھی اس میں واقعات بیان کی پہلی عنایتوں پر ماتم کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے حال پر مبذول ہوئیں اور اب خود اہل اسلام کی بدکرداری یا غلط راہ اختیار کرنے کے باعث روبہ زوال ہیں۔ دوسری نظم بعنوان "جواب شیون" حضرت سراج لکھنوی نے بطور اظہار شکر تصنیف فرمائی ہے۔ انکی نظم کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ طرز عمل بدل جائے تو حالت آج بھی سنبھل سکتی ہے۔ "موضوع دونوں کا لطیف ہے۔ نظمیں ضرور اس قابل ہیں کہ مستقل حیثیت سے شائع کی جائیں۔ حکیم آشفتہ صاحب کی نظم میں تاریخی واقعات کی جانب جابجا اشارات کیے گئے ہیں جن کی توضیح جداگانہ صفحہ پر کردی گئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں نظمیں محاسن شعری اور لطف بیان سے مالامال ہیں۔ اگرچہ شیون ہمارے مسلک سے تعلق نہیں رکھتا ورنہ دو چار شعر دونوں مسدسوں کے نقل کرتے۔ قیمت شاید آٹھ آنے مقرر ہے۔

مولانا شیخ کی لوٹ تک

(انقلاب عظیم)

آخر فرزندان و معتقدین بوہرہ کے تعلیم یافتہ گروہ نے بمقام سورت وغیرہ اپنے مرشد سیدنا طاہر سیف الدین کے خلاف تقیہ کی کھلی ہوئی جنگ اور دو شالہ وقف پر اس اعلان کے ساتھ حملہ کر دی کہ بوہرہ کے اوقاف بھی قانون وقف کے ماتحت آجائیں تو بہتر نہیں بلکہ ضروری ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ داؤدی بوہروں کا یہ پہلا قدم جو کسی دائی مطلق کے خلاف رونما ہوا۔ ہمارا مقصد اس انتقاد کا ابطال ہے کہ داعی کا المعصوم (معاذ اللہ) ہوتا ہے اور اسے اپنے پیروؤں کے مال و نفس پر اختیار کلی حاصل ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ بظاہر یہ ایک نہ چلنے والی بات تھی کہ کوئی گروہ کا گروہ اپنے جو خالی

اور بیرونی اشغال کا زمین نامہ شخص صاحب کے نام کر دے مگر صرف یہی فرقہ تھا جس کا علم اہل فن کے اس کلیہ میں استثنائی شکل پیدا کر رکھی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان کی اختیارات کے بند سے بہت اکتا گئے۔ پہلے ایک مقدمہ سیدنا طاہر کے اختیارات کو کمکمینا کرنے والا اٹھا ہوا گر خدا سلامت رکھے بیٹھے تھے پر مقدمات آخیر جرات کر دو مقدمہ بجائی وہاں کی طرح مثل ساکے پیچھے گیا اور اصلی بانی مقدمہ کرے کے بیٹھ گیا۔ پھر ایک نکاح کا مسئلہ پیش آیا جس میں نکاح اور لکھوا دینے کی بھی نے دلانے کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا اور جب مواخذہ کیا گیا تو نکاح جواب دیا کہ دو دل راضی تو کیا کرے گا قاضی؟ منافق مرید دل کی جرات رفتہ رفتہ بڑھی اب یہاں تک نوبت پہونچی کہ ان کا مخوں نے دعاقبت کی بربادی کا خیال کیا نہ سیدنا طاہر کی مسعودیت مسلمہ و تمکن کا لحاظ کیا۔ بار عشرت کہ جیسے کہ جناب نہیں آپ کا المعصوم سہی مگر یہ ایک وقف پھر وقف ہے اور اس کی نگرانی کا حق ساری قوم کو ہے۔ مرجعیت بڑھانے اور دشمنوں کی سرکوبی کرنے اور دو شالے بانٹنے میں کافی رد پیہ صرف ہو چکا ہے لیکن دلوں میں اب تاب ضبط باقی نہیں۔

بیچے صاحب ایک ہی گروہ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑی جو موافق ہے اسے گردن جھکئے پر ہر کا فرزانہ کر لی چھتری پر آرہی ہے کی اور وقف کی ایک نئی قسم وقف مخفی شخصی نکالے گی یہ تو پرانی بات ہے۔ دوسری پرانے اور مشہور اوقاف پر قبضہ کر لی اور کا کمیشن بیٹھیگی بہت ممکن ہے کہ چھتری والوں کی قدر ہمیشہ گھٹتی رہے کیا معنی کہ دوامی غلامی کی رغبت باقی نہیں۔ یہ ہے طبیعت انسانی کے خلاف۔ جرات قرحی تو دنیا میں مسیح اسلام سے لے کر اور زمانہ سیح انتقال تک ہر شخص کسی حرف رہے گا اور عاقبت میں مخالفت کا المعصوم کا وعدہ گا۔ اور اگر سیدنا طاہر سیف الدین مطلقاً کمیشن ایسے ہی شکست کھا رہے جیسے کہ اب بھی ترکیب نہیں کہ حضور مدوح کو وسعت پیکار دان ہونا پڑے۔

التشریحات میں اپنے محترم مخدوم سیدنا طاہر

مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۱ء رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۳۰۲ جلد شانزدہم

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے پیچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال سنگیت کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب کھینچ دیا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انُ سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ نازیبی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک ہر حال ذمہ خریدار ۱ ؎ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ